رموزِ شاعری از عزیز جبران انصاری - شائع کردہ: عادل کتاب گھر، سکھر۔

صفحات: ۱۶۰ - قیمت: -/۴۰ روپے۔

اِس کتاب میں مصنّف نے کوشش کی ہے کہ شعر گوئی کے شائقین کو فنِ شعر کے بنیادی قواعد اور اس سے متعلقہ بعض دیگر فنون کی ابتدائی ضروری معلومات مہیا کر دی جائیں۔

ہم جس دَور میں آج کل گزر رہے ہیں اُسے لااُبالیانہ زندگی گزارنے کا دَور کہا جاسکتا ہے۔ قاعدوں اور ضابطوں کی پابندی طبیعتوں پر ہمیشہ سے گراں گزرتی تھی، لیکن اب تو "روایت شکنی" کے نام پر ہر شعبۂ زندگی میں قواعد و ضوابط شکنی بڑے دھڑلے سے کی جانے لگی ہے۔ اور شعر گوئی بھی اس بے راہ روی سے نہیں بچ سکی ہے۔ کم و بیش روزانہ اخبارات و جرائد میں ایسے ایسے "رشحاتِ قلم" پڑھنے میں آتے ہیں جن کی کوئی نہ کوئی "کل" ٹیڑھی ہی نکلتی ہے۔ اور پھر اردو شعر گوئی کے قواعدِ عروض، جو فارسی والوں نے عربی عروض سے لے کر مزید کَس دیے تھے، ناسخ نے مزید جکڑ بند کر دیے۔ بحروں اور اوزان کے نام، زحافات، سبب و وتد کی پابندیاں، قافیہ و ردیف کی ثقیل بندشیں، اقسامِ شعر کے لیے جدا جدا اوزان کا تعین وغیرہ ---- یہ تمام قیود بھلا آج کل کے PUSH-BUTTON والے دَور میں کیونکر برداشت کیے جاسکتے! نتیجہ یہ کہ پابند نظموں کے بعد "نظمِ معرّا" وجود میں آئی، پھر "نظمِ آزاد" نے میدان سنبھالا! اور جب اس کی برائے نام پابندیاں بھی گراں گذرنے لگیں تو "نثری نظم" کے نام سے شاعری کی مٹی پلید کی جانے لگی۔

مگر افسوس ہے جناب عزیز جبران انصاری پر کہ

ع نئے زمانے میں آپ ہم کو پُرانی باتیں سُنا رہے ہیں

ایسے حوصلہ شکن ماحول میں اگر بحور و اوزان، ردیف و قوافی اور پھر بدیع و بیان کی اجمالی تعریفیں، مثالیں اور مشقی غزلیں، نظمیں درج کر کے مصنّف ایک روایت کی پاسداری کرنا چاہتے ہیں تو ان کی ہمت قابلِ داد اور لائق دُعا ہے کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔ البتہ ان سے ایک گذارش یہ ہے کہ کتاب کی بعض فروگذاشتوں

سہووں اور غلطیوں پہ ایک بار پھر نظر ڈال کر رفع کر لیں ۔کیونکہ اس خشک موضوع پہ کی جانے والی بحثیں بھی اگر کسی گوشے میں ناقص یا تشنہ رہ جائیں تو کتاب کی مقبولیت پہ اثر انداز ہو سکتی ہیں ۔

جدید تاجیکی شعراء مؤلفہ: جناب کبیر احمد جائسی، ادارۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۔ صفحات: ۲۰۴ ۔ قیمت درج نہیں ۔

اِس کتاب میں تاجیک شعراء میں سے اُن چھے صاحبان کا اجمالی تعارف اور بہت مختصر نمونہ ہائے کلام ہمارے سامنے آتے ہیں جن کی عمریں انقلابِ رُوس (۱۹۱۷ء) کے وقت دس گیارہ سال سے بھی کم تھیں، اور انہوں نے اشتراکی انقلاب کو ذہناً و قلباً قبول کر لیا تھا ۔

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم تذکرہ نگاری اور جدید تاریخ نویسی کے بَین بَین کی چیز ہے ۔ تذکرہ نگار شعراء کی ترتیبِ زمانی کے بجائے ان کے تخلص کے حروف کی ترتیبِ تہجی ملحوظ رکھتے تھے ۔ اور چند سطروں میں شاعر کا تعارف کرا کر اس کے اِکّا دُکّا شعر بطور نمونہ نقل کر دیتے تھے ۔ اس کے برخلاف، تاریخِ شعر مختلف اَدوار میں منقسم ہوتی ہے اور ہر دَور کے نمایاں شعراء کا تفصیلی تعارف نیز ان کے کلام پہ تبصرہ بھی اس میں ہوتا ہے اور آخر میں ہر شاعر کے کلام کا معتدبہ حصّہ، جس سے اس کی خصوصیاتِ شعری واضح ہوں، نقل کر دیا جاتا ہے ۔ زیرِ نظر کتاب میں ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، مگر اتنے محتاط انداز میں کہ خود مؤلف کا میلانِ طبع ظاہر نہ ہونے پائے ۔یعنی ہر شاعر کے مختصر حالات کے ساتھ ساتھ اس کے نمونۂ کلام، بلکہ ان کی تشریح بھی ایسے انداز میں کی گئی ہے کہ شاعر کے نقطۂ نظر (اشتراکیت) سے اتفاق یا اختلاف کرنے کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلاتے چلے گئے کہ اس شاعر کی دوسری (اور نسبتاً اعلیٰ درجے کی) نظمیں یا غزلیں دستیاب نہ ہو سکیں ۔ یہ "وضعِ احتیاط" جس سے مؤلف کا "رُکنے لگا ہے دم"